Reg: PCPB/458-S
NPR-295

صوت النجف

لسماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله الوارف

ماہانامہ علمی سماجی ماہِ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ شمارہ ۶۳

بانی

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی

مدیر اعلیٰ

جناب نصیر الدین

نائب مدیر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی النجفی

انتظامی مدیر

مولانا قیصر عباس

معاونین:

مولانا سید محمد علی ہمدانی

مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

مولانا محمد تقی ہاشمی

فوٹو گرافر

سید محمد حسین

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے، ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647807363942

صوت النجف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

5 ثقافتی تسلط سے مقابلے کے طریقے

6 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ قرآن مجید کی روشنی میں

9 گناہوں کا بوجھ

12 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے مخالفین کے ساتھ اخلاق

15 اتباعِ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم

17 طلب مغفرت کے اوقات

18 امام جعفر صادقؑ علمائے اہل سنت کے نزدیک

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير

الشيخ بشير حسين النجفي

دام ظله الوارف

کی

نصیحت

مؤمن کے حقوق

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ و السلام علی اشرف المبعوثین محمد و آلہ المعصومینؑ واللعنۃ الدائمۃ علی اعدائھم اجمعین الی یوم الدین:

قال اللہ سبحانہ: وَ الْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِناتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِياءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَر

اور مؤمن مرد اور مؤمنہ عورتیں ایک دوسرے کے لئے مددگار ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

(سورہ توبہ ۷۱)

گزشتہ سے پیوستہ:

امیر المؤمنین علیہ السلام نے مؤمن کے مؤمن پر ۳۰ تیس حقوق بیان فرمائیں ہیں ، الحمد اللہ پہلے دس حقوق کی شرح بیان ہو چکی اب گفتگو گیارویں حق پر پہنچی ہے۔

گیاروان حق

وَ يُجِيبُ دَعْوَتَهُ

مؤمن آپ کو کوئی دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرے۔

دعوت کو قبول کرنے کا صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو کوئی مؤمن کھانے پر بلائے یا کسی مناسبت پر آپ کو آنے

کی دعوت دے اور آپ قبول کریں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ کام جو مؤمن آپ سے چاہے اس کو پورا کریں۔
ظاہر ہے کہ کبھی مؤمن کا مقصد صرف شرعی سوال ہوتا ہے آپ اگر جواب دے سکتے ہیں تو آپ کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو جواب سے محروم رکھیں اور کبھی آپ سے مؤمن کسی اور چیز کا مطالبہ کرتا ہے مثلاً وہ کہتا ہے کہ میرے لئے دعا کرو یا میر والدین کے لئے دعا کرو یا میرے بچوں کے لئے دعا کرو یا میرے کسی عزیز کے لئے دعا کرو تو یہ سب بھی ایک قسم کی دعوت ہے اور مؤمن سے ایک مقصد کا مطالبہ ہے اگر آپ پورا کرسکتے ہیں تو ضرور پورا کریں۔
کبھی دعوت سے مراد کوئی حاجت طلب کرتا ہے تو اسکو پورا کرنا اور کبھی دعوت سے مراد کوئی چیز قبول کرنا ہے یہ ساری چیزیں اور اس جیسی دوسری چیزیں اسی جملے میں آجاتی ہیں۔ کبھی آپ کسی مؤمن سے کوئی چیز ادھار مانگتے ہیں مثلاً کتاب یا کپڑے وغیرہ تو یہ بھی آپ نے اس مؤمن کو دعوت دی ہے، قرآن میں دعوت اور اس کو قبول کرنا اسی معنی میں استعمال ہوا ہے لہٰذا یہ جملہ اپنے مفہوم اور مفاد کے اعتبار سے بہت وسیع ہے۔

بارواں حق :

وَ يَقْبَلُ هَدِيَّتَه

مؤمن آپ کو ہدیہ پیش کرے تو اس کو قبول کریں۔

ہدیہ سے مراد صرف مال نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جو ایک مؤمن کسی دوسرے مؤمن کو دے سکتا ہے اس کو ہدیہ کہا جاتا ہے، چاہے وہ کوئی عمل ہو یا کوئی اخلاقی حرکت ہو یا مالی تحفہ ہو۔
اس جملے سے واضح ہے کہ ہدیہ قبول کرنے میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ قیمتی ہو بلکہ جتنا بھی کم قیمت ہو اس کو ٹھکرانا جائز نہیں ہے، روایات میں ملتا ہے رسولِ اسلام ﷺ ہر ہدیہ کو قبول کرتے تھے۔
یہ بھی ایک قسم کا ہدیہ ہے کہ مثلاً آپ دسترخوان پر کسی دوست کے ساتھ کھانے میں مشغول ہیں تو اس مؤمن نے آپ کو لقمہ توڑ کر دیا اس کو بھی ہدیہ کہا جائے گا جبکہ ایسا ہی لقمہ اس کے پاس بھی موجود ہے لہٰذا اس کو ردّ کرنا مؤمن کی اہانت ہے اور اس کو قبول کرنا مؤمن کا حق ہے۔
اسی طرح اور چیزیں بھی ہیں جنہیں انسان ایک مؤمن کو ہدیہ کرسکتا ہے مثلاً آپ نے رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا تو اس کا ثواب کسی مؤمن کو ہدیہ کرسکتے ہیں اور دوسرے مؤمن کا فریضہ ہے کہ وہ اس کو قبول کرے۔
البتہ اگر ہدیہ ایسا ہو یا ایسے شخص سے ہو کہ جس سے ہدیہ قبول کرنا شرعی طور پر یا اس ماحول کی رو سے جہاں وہ دونوں مؤمن رہتے ہوں انسان کی اہانت کا سبب ہو تو ایسے ہدیہ کو ردّ کرنے کی اجازت ہے بلکہ کبھی ردّ کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ معصومین علیہم السلام نے بدکردار اور نااہلوں کے ہدیوں کو ردّ کیا تھا۔

ثقافتی تسلط
سے مقابلے کے طریقے

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین النجفی دام ظلہ الوارف

Imported مغربی افکار سے متاثر ہونے کی وجہ فکری اور عقائدی ایڈز ہے۔ پس ایسی صورت حال سے نجات اور فرار کے دو ہی طریقے ہیں:

(1) وہاں کوئی ایسی دانا اور سمجھدار قیادت ہو کہ جو اس تسلط کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور اس کے پاس اس کام کے لئے ضروری اور مطلوبہ وسائل بھی ہوں۔

(۲) عوام خود اپنے اندر ایسی قوتِ مدافعت پیدا کرے کہ جس کے ذریعے وہ اپنی سلامتی کی حفاظت کر سکے۔ موجودہ حالات اور ہر طرف ہونے والے واقعات کی روشنی میں پہلا طریقہ تو مفقود ہے۔ پس اس ثقافتی تسلط سے نجات کا فقط ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عوام خود اپنے اندر ضروری قوتِ مدافعت پیدا کریں، خاص طور پر جن حالات سے اسلامی ممالک گزر رہے ہیں خصوصاً عراق کی صورتِ حال کو مدنظر رکھتے ہوئے اس دوسرے طریقے کے علاوہ کوئی نجات کا راستہ نہیں ہے۔

علمی، ثقافتی اور صحیح فکری مرکز "حوزہ علمیہ نجف اشرف" سے دوری کی وجہ سے عوام کے لئے ایسی صلاحیت اور قوتِ مدافعت کا حصول آسان کام نہیں ہے۔اور اس سے بڑھ کر خود نجف کا حوزہ علمیہ ایسے ایسے مصائب، مشاکل اور امتحانات میں مبتلا ہوا کہ اگر ان مشاکل میں کوئی اور علمی ادارہ گرفتار ہوتا تو وہ کب کا مٹ چکا ہوتا اور اس کا کوئی اثر بھی باقی نہ رہتا۔ لیکن یہ حوزہ حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی سرپرستی اور نگہبانی اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے جوار کی برکت سے باقی ہے۔ پس ایسی صورتِ حال میں عوام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حوزہ کے قائدین، مراجع کرام اور مجتہدین کی طرف رجوع کریں اور ہر ممکن طریقے سے ان سے استفادہ کریں اور ہر وہ فکر اور چیز جو باہر سے کسی بھی طرف سے آپ تک پہنچتی ہے اس کے بارے میں حوزہ علمیہ کی رائے دریافت کریں۔ حوزہ علمیہ نجف اشرف خود بھی اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق اس خلا کو ختم کرنے کی کوشش میں مشغول ہے جو گزشتہ سالوں اور ایام میں پیدا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ قرآن مجید کی روشنی میں

مولانا شہباز حسین مہرانی

کائنات میں سب سے افضل ترین ہستی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت ہے، جسے خالق کائنات نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف صفات سے یاد کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین کے ساتھ خلق عظیم کے مالک تھے، بس جو شخص چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں اور آخرت میں کامیاب اور کامران اور کمال کی منزل تک پہنچ جائے تو اسے چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت کو اپنے لیے نمونہ عمل قرار دے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر پہلو اور جہت سے کمال کی اعلیٰ منزل پر فائز تھے چاہے وہ اخلاق فردی ہو یا اجتماعی وغیرہ۔

ارشاد رب العزت ہے کہ : لَقَد كَانَ لَكُم فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرجُوا اللّٰهَ وَ اليَومَ الاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۔

ترجمہ : بتحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ (سورہ احزاب آیت ۲۱)

مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ : فَتَأَسَّ بِنَبِيِّكَ الْأَطْيَبِ الْأَطْهَرِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَإِنَّ فِيهِ أُسْوَةً لِمَنْ تَأَسَّى، وَعَزَاءً لِمَنْ تَعَزَّى وَأَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللهِ الْمُتَأَسِّي بِنَبِيِّهِ،

تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی کی پیروی کرو چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والوں کے لیے ڈھارس ہے ، ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے . (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۰)

ہم یہاں پر چند آیات مبارکہ کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے ۔

ارشاد رب العزت ہو رہا ہے کہ :لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيكُم بِالمُؤمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ.

ترجمہ : بتحقیق تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے تمہیں تکلیف میں دیکھنا ان پر شاق گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کا نہایت خواہاں ہے اور مومنین کے لیے نہایت شفیق، مہربان ہے۔ (سورہ توبہ آیت ۱۲۸)

اس آیت کریمہ میں رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین عظیم صفات کا ذکر ہو رہا ہے ۔

پہلی صفت :

تمہیں تکلیف میں دیکھنا ان پر شاق گزرتا ہے ۔ **(عزیز علیہ ما عنتم)** یعنی وہ صرف تمہاری تکلیف سے خوش نہیں ہوتا بلکہ وہ اس تکلیف سے علیحدہ نہیں رہ سکتا ۔وہ تمہارے رنج و غم سے رنجیدہ ہوتا ہے ۔ وہ ہمیشہ تمہاری ھدایت کے لیے کوشاں ہوتا ہے ۔

دوسری صفت:

رسول اسلام ﷺ کی دوسری صفت یہ رسول ﷺ تمہاری بھلائی کے نہایت حریص ہیں۔ (حریص علیکم)۔

حریص کا لغت میں معنی ہے کہ: کسی چیز سے شدید لگاؤ رکھنا: آیت میں کوئی چیز معین نہیں ہے اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ بھلائی کا جو بھی معنی اور مفہوم ہو چاہے ھدایت ہو یا سعادت، خوش بختی ہو یا کوئی اور چیز ہو اس کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواہاں تھے۔

تیسری اور چوتھی صفت:

اس کے بعد تیسری اور چوتھی صفت کو بیان فرمایا: وہ مومنین کے لیے رؤف اور رحیم ہے (**بالمومنین رؤف رحیم**)۔

رؤف اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک ہے اور قرآن مجید میں گیارہ مرتبہ اس کا ذکر ہوا ہے **«وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَ اللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبادِ» آل عمران: ۳۰. «إِنَّ اللَّهَ بِالنّاسِ لَرَؤُفٌ رَحِيمٌ» بقره: ۱۴۳**

اور ایک دفعہ یہی صفت رسول اللہ ﷺ کی اسی مذکورہ آیت میں بیان ہوئی ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسول اسلام ﷺ کتنے اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔

پانچویں صفت:

اور اسی طرح اس آیت میں آخری صفت آپ ﷺ کی رحیم ہے، رحیم اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں دو سو ستائیس مرتبہ ہوا ہے، ایک سو تیرہ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اور ایک سو چودہ مرتبہ آیات کریمہ میں۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ رءوف فرمانبرداروں کے لیے مخصوص محبت و لطف کی طرف اشارہ ہے جبکہ رحیم گنہگاروں کے لیے رحمت کی طرف اشارہ ہے۔

آپ ﷺ اپنے صحابہ پر رحیم تھے اور انہیں اس صفت سے متصف کیا، ارشاد رب العزت ہے کہ: **مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ** ۔۔۔۔

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں،

رحماء رحیم کی جمع ہے، اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کے ساتھ رہنے والوں کی صفات کو بیان کیا گیا ہے ان صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ آپس میں مہربان تھے۔

دوسری آیت: آپ ﷺ نرم مزاج تھے، ارشاد خداوندی ہے کہ:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

ترجمہ: (اے رسول) یہ مہر الٰہی ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں پھر جب آپ عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۵۹)

اس آیت میں رسول اسلام ﷺ کی ایک بہت بڑی اخلاقی خوبی کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے نرم مزاج تھے، اور یہ خوبی لوگوں کو اپنے طرف کھینچ کر لے آتی ہے۔

محدث شیخ عباس قمی (رضوان اللہ تعالی علیہ) نے سفینۃ البحار میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا آپ ایک عبا اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے تھے ایک عرب آتا ہے اور آپ کی عبا کو پکڑ کر زور سے کھینچتا ہے جس سے آپ کی گردن پر خراش پڑ جاتی ہیں اور آپ سے کہتا ہے کہ اے محمد میرے ان دونوں اونٹوں پر خدا کے اس مال میں سے جو تمہارے پاس ہے لاد دو کیونکہ وہ نہ تو تمہارا مال ہے اور نہ تمہارے باپ کا۔ رسول اللہ ﷺ مرد عرب کی یہ بات سنکر خاموش رہے اور ارشاد فرمایا: **المال مال الله وانا عبده**۔ سارا مال خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں۔ اس کے بعد فرمایا اے مرد عرب تو نے جو میرے ساتھ کیا ہے کیا اسکی تلافی چاہتا ہے؟ اس نے کہا نہیں کیونکہ تم ان میں سے نہیں ہو جو برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔

فضحک النبیّ صلّی اللّه علیه و آله و سلم ثمّ أمر أن یحمل له علی بعیر شعیر و علی الآخر تمر،

آنحضرت یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا مرد عرب کے ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر خرما لاد دیا جائے۔ (سفینۃ البحار باب خلق)

آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکت مکمل طور پر مجسمہ اخلاق حسنہ ہے اور ان تمام صفات حمیدہ اور حسن اخلاق کو ایک جملہ میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

ترجمہ: اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔

اور آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کی علت اور سبب یہی اخلاق حمیدہ کی تکمیل ہے ،آپ ﷺ سے روایت ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ (مستدرک الوسائل ۱۱: ۱۸۷)

میں اخلاق حمیدہ کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

اور اسی طرح مختلف آیات الٰہی ہیں کہ جن میں آپ ﷺ کی صفات حمیدہ اور اخلاق حسنہ کو بیان کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت پر من و عن جن ہستیوں نے عمل کیا وہ اہل بیت علیہم السلام ہیں جن کی زندگی کی کا ہر عمل آپ ﷺ کی سیرت کے مطابق تھا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ :

فَمَا أَعْظَمَ مِنَّةَ اللهِ عِنْدَنَا حِينَ أَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهِ سَلَفاً نَتَّبِعُهُ، وَقَائِداً نَطأُ عَقِبَهُ وَاللهِ لَقَدْ رَقَّعْتُ مِدْرَعَتِي هذِهِ حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَاقِعِهَا، وَلَقَدْ قَالَ لِي قَائِلٌ: أَلاَ تَنْبِذُهَا؟ فَقُلْتُ: اغْرُبْ عَنِّي فَعِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرَى

یہ اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایک پیشرو و پیشوا جیسی نعمت عظمیٰ بخشی کہ جن کی ہم پیروی کرتے ہیں اور قدم بہ قدم چلتے ہیں (انہی کی پیروی میں) خدا کی قسم میں نے اپنی اس قمیض میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے۔مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا آپ اسے اتاریں گے نہیں ؟ تو میں نے کہا کہ میری (نظروں سے) دور ہو ، صبح کے وقت ہی لوگوں کو رات کے چلنے کی قدر ہوتی ہے اور وہ اس طرح ان کی مدح کرتے ہیں ۔(نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۰)

تا قیامت آپ ﷺ کی عظیم صفات حمیدہ ، اخلاق حسنہ تمام انسانوں کے لئے سر مشق ہیں ، خصوصاً آخری نبی کی امت پر لازمی ہے کہ اپنے کام کرنے سے پہلے یہ سوچیں کہ اس کو آپ ﷺ نے کس طرح انجام دیا تھا تاکہ سیرت نبی کریم ﷺ پر عمل پیرا ہو سکیں اور دنیا اور آخرت کی بھلائی کو حاصل کر سکیں ۔

کثرتِ استغفار کثرتِ رزق کا سبب

کثرت سے استغفار کرو اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ سورہ نوح کی آیت نمبر دس گیارہ بارہ میں ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ :

اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا(۱۰)يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا(۱۱)وَ يُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَ بَنِينَ وَ يجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَ يجْعَل لَّكُمْ أَنهْارًا

اپنے پروردگار سے معافی مانگو وہ یقینا بڑا معاف کرنے والا ہے وہ تم سے آسمان پر خوب بارش برسائے گا، وہ اموال اور اولاد کے ذریعے تمہاری مدد کرے گا ۔

استغفار فقط زبانی نہیں ہونی چاہئے کہ اپنے پچھلے گناہ پر نادم ہو اور خدا سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرے اور اہلبیت علیہم السلام نے بھی اپنے شیعوں کے کثرت سے استغفار کرنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے ایک شخص امام علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا میری اولاد نہیں ہو رہی تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کثرت سے استغفار کرو یہ سب سے بہتر عمل ہے اور اگر کوئی خاص مشکل ہو مثلا یہ کہ مجھے فلاں جگہ نوکری مل جائے تو انسان اس طرح منت مانے کہ خدایا اگر میری یہ دعاء اور حاجات قبول ہوجائے تو میں تین دن مسلسل روزے رکھوں گا ۔

گناہوں کا بوجھ

مولانا قیصر عباس نجفی

خدا کی ذات نے سورہ انعام کی آیت ۱۶۴ میں ارشاد فرمایا ہے :

وَ لا تَزِرُ وازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرى

کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اور قرآن کی آیت کا یہ ٹکڑا بعینہٖ قرآن کی پانچ سورتو ں میں پانچ دفعہ تکرار ہوا ہے ، ایک دفعہ **لا تَزِرُ وازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرى** اور ایک دفعہ **أَلاَّ تَزِرُ وازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرى** کے ساتھ ذکرا ہوا ہے۔

سورہ انعام کی ۱۶۴ نمبر آیت میں ، سورہ اسراء کی ۱۵ نمبر آیت میں ، سورہ فاطر کی ۱۸ نمبر آیت میں ، سورہ الزمر کی ۷ نمبر آیت میں اور سورہ نجم کی ۳۸ نمبر آیت میں یہ کلمات موجود ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت بتلا رہی ہے کہ ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے ، نہ اس پر کسی اور کے عمل کا بوجھ آئے گا ، نہ اس کے عمل کا بوجھ کوئی اور اٹھائے گا۔

شیخ محمد بن محمود مغنیہ عاملی جو کہ لبنان کے ابرز علماء میں سے تھے انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے جس کا نام ہے تفسیر الکاشف ، اور یہ تفسیر سات جلدوں پر مشتمل ہے ،انھوں نے اپنی تفسیر کی تیسری جلد ص ۲۹۳ پر یہ جملے ارشاد فرمائے ہیں:

و هذه الجملة توضيح و تأكيد للجملة قبلها،

کہ یہ آیت کا یہ ٹکڑا اور جملہ اپنے سے پہلے والے جملے کی وضاحت کر رہا ہے اور اس کے لئے تاکید ہے۔

اس آیت کا پہلا جملہ یہ ہے :

وَ لا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلاَّ عَلَيْها

ہر شخص اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔

اس جملے کی وضاحت یہ جملہ کر رہا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے ، پس اس لحاظ سے یہ والی بات قرآن کے موافق نہیں ہے کہ يعذب الميت ببكاء اهله کہ میت کو گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا ، قرآن صراحت کے ساتھ اس فکر کی نفی کر رہا ہے۔

ولید بن مغیرہ نے بھی قریش کے سرداروں کو کہا تھا کہ تم میری اتباع کرو اور تمہارے گناہ میری گردن پر ہوں گے تو قرآن نے آواز دی **وَ لا تَزِرُ وازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرى** (تفسیر شریف لاھیجی ج ۱ ص ۸۵۳)

قرآن مجید کی سورہ نحل آیت ۲۵ میں ارشاد ہے :

لِيَحْمِلُوا أَوْزارَهُمْ كامِلَةً يَوْمَ الْقِيامَةِ وَ مِنْ أَوْزارِ الَّذينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلا ساءَ ما يَزِرُونَ

گویا یہ لوگ قیامت کے دن اپنا سارا بوجھ اور کچھ ان کا بوجھ بھی اٹھانا چاہتے ہیں جنہیں وہ نادانی میں گمراہ کرتے ہیں ، دیکھو کتنا برا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں۔

اور بحار ج ۶۸ ص ۲۵۸ پر امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں :

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: أَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ سَنَّ سُنَّةَ هُدًى كَانَ لَهُ أَجْرٌ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِذَلِكَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ أَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ سَنَّ سُنَّةَ ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ

اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ اچھی سنت قائم کرتا ہے تو اس کے لئے عمل کرنے والے کی مثل اجر ہے اور عمل کرنے والے کے اجر میں بھی کمی نہ ہو گی اور اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ میری سنت چھوڑتا ہے تو اس پر عمل کرنے والے کی مثل گناہ ہے بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے گناہ میں کمی ہو ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا آیت اور روایت **ولا تزر وازرة** والی آیت سے سازگار نہیں ہیں ۔

کیونکہ ولاتزر والی آیات کہتی ہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا جبکہ یہ روایت اور آیت کہتی ہے کہ گناہ کوئی اور کرے گا اور سزا اس کو ملے گی ۔ اب ان دو آیات کے معانی کو جمع کیسے کیا جائے ؟

مفسرین نے مختلف انداز سے ان آیات کی تفسیر کی ہے جس سے ان آیات میں تعارض ختم ہو جاتا ہے ، تفسیر نمونہ ج ۶ ص ۶۵ پر ہے کہ ولا تزد والی آیات جو کہہ رہی ہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ، ان کا مفہوم اور معنی یہ ہے کہ اگر انسان کسی دوسرے کے برے اعمال انجام دینے میں سبب نہیں بنتا اور اس کے برے اعمال انجام دینے میں اس کی کوئی مداخلت نہیں ہے تو یہ اس کے اعمال کے نتائج میں شریک نہیں ہوگا یعنی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اس کی گردن پر نہیں ہوگا اور وہ والی آیات اور روایات جو یہ کہتی ہیں کہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اس کی گردن پر ہو گا ۔

یعنی گناہ کوئی اور کرے اور سزا اس کو ملے تو ان آیات و روایات سے یہ مراد ہے کہ اگر انسان کسی دوسرے کے گناہ کرنے اور برے اعمال انجام دینے میں بنیاد گزار ہے یعنی اس کے برے اعمال انجام دینے میں اس کی دخالت ہے یا یہ سبب بنے اس کے برے اعمال انجام دینے میں تو پھر جن کے برے اعمال انجام دینے میں یہ سبب ہے اس کے ان برے اعمال کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہو گا۔

لمحہ فکریہ :

ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں کچھ لوگ دوسرے لوگوں کو برے کام پر لگا دیتے ہیں مثلاً ایک آدمی رشوت لیتا ہے تو وہ دوسرے کو بھی کہتا ہے کہ تم بھی رشوت لو اور اتنا ورغلاتا ہے کہ وہ بھی رشوت لینے لگ جاتا ہے ، ایک آدمی دوسرے مسلمان بھائی کی ناموس کو پامال کرتا ہے اور دوسرے کو بھی اس کام پر لگا دیتا ہے اور جیسا کہ آج کا دور انٹرنیٹ کا دور ہے اور اس مہلک ترین دور میں کوئی فحش مواد دیکھنے کا عادی ہے اور وہ دوسرے کو بھی اس کام پر لگا دیتاہے تو ان صورتوں میں اور ان جیسی باقی مثالوں میں انسان جہاں اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اسی طرح ان موارد میں دوسرے کے گناہوں کا بوجھ بھی اس کی گردن پر ہوگا ، لہٰذا ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے لیکن اگر وہ خود گناہوں کی غلاظت میں لت پت ہے تو دوسرے کے گناہوں کا بوجھ تو اپنی گردن پر نہ لے ۔

اورگناہوں کے اثرات کس قدر جلدی انسان پر مرتب ہوتے ہیں ، اس حقیقت کو امام صادق علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں :

وَ إِنَّ عَمَلَ السَّيِّئِ أَسْرَعُ فِي صَاحِبِهِ مِنَ السِّكِّينِ فِي اللَّحْم
(المحاسن ، ج۱، ص۱۱۵)

برا عمل اپنے صاحب پر اس چھری سے تیز اثر کرتا ہے جو چھری گوشت پر چلتی ہے ، یعنی جتنی جلدی چھری گوشت پر اثر کرتی ہے اور جتنی جلدی گوشت کو کاٹتی ہے اس چھری سے بھی تیز گناہ اور برے اعمال انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں ، کبھی انسان گناہ کرتا ہےا اور اس کے نتیجے میں وہ بہت ساری عبادات کو انجام دینے سے محروم ہو جاتا ہے ۔

جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيُذْنِبُ الذَّنْبَ فَيُحْرَمُ صَلَاةَ اللَّيْل (المحاسن ج ۱ ، ص ۱۱۵)

آدمی گناہ کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں نماز شب کو پڑھنے سے محروم ہوجاتا ہے ۔

اور بعض روایات میں تو یہاں تک آیا ہے کہ انسان کبھی گناہ کی نیت کرتا ہے تو اس کا اثر بھی اس پر ہوتا ہے کہ انسان رزق سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيَنْوِي الذَّنْبَ فَيُحْرَمُ رِزْقَه

مؤمن گناہ کی نیت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں وہ رزق سے محروم ہو جاتا ہے ۔

التفات اہم :

ولا تنزر وازرة والی آیت کی تفسیر کے ضمن میں امام رضا علیہ السلام کا یہ فرمان موجود ہے :

قُلْتُ لِأَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا ع يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ مَا تَقُولُ فِي حَدِيثٍ رُوِيَ عَنِ الصَّادِقِ ع أَنَّهُ قَالَ إِذَا خَرَجَ الْقَائِمُ ع قَتَلَ ذَرَارِيَّ قَتَلَةِ الْحُسَيْنِ ع بِفَعَالِ آبَائِهِمْ فَقَالَ ع هُوَ كَذَلِكَ فَقُلْتُ وَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَ وَ لَا تَزِرُ وازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرى مَا مَعْنَاهُ قَالَ صَدَقَ اللَّهُ فِي جَمِيعِ أَقْوَالِهِ وَ لَكِنْ ذَرَارِيُّ قَتَلَةِ الْحُسَيْنِ ع يَرْضَوْنَ بِأَفْعَالِ آبَائِهِمْ وَ يَفْتَخِرُونَ بِهَا وَ مَنْ رَضِيَ شَيْئاً كَانَ كَمَنْ أَتَاهُ وَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ بِالْمَشْرِقِ فَرَضِيَ بِقَتْلِهِ رَجُلٌ فِي الْمَغْرِبِ لَكَانَ الرَّاضِي عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ شَرِيكَ الْقَاتِلِ وَ إِنَّمَا

يَقْتُلُهُمُ الْقَائِمُ ع إِذَا خَرَجَ لِرِضَاهُمْ بِفِعْلِ آبَائِهِمْ (تفسیر صافی ج ۲، ص ۱۷۷(

امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت قائمِ آل محمد علیہم السلام ظہور فرمائیں گے تو قاتلینِ حسینؑ کی اولاد کو قتل کریں گے ،تو کیا یہ حدیث درست ہے ؟

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا : ہاں بے شک یہ درست ہے تو پوچھا گیا کہ خدا فرماتا ہے کہ ایک کا بھار دوسرا نفس نہیں اٹھائے گا, تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہوا؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا : خدا کی سب باتیں صحیح ہیں لیکن امام حسین علیہ السلام کے قاتلین کی اولاد چونکہ اپنے باپ داد کے فعل پر راضی ہیں اور ان پر نازاں ہیں اور جو بھی کسی کے فعل پر راضی ہو وہ اس جیسا ہوا کرتا ہے ، اگر کوئی شخص مشرق میں قتل کرے اور مغرب کا آدمی اس کے قتل پر راضی ہو تو اللہ کے نزدیک وہ بھی قاتل کا شریک قرار دیا جائے ، پس حضرت قائمؑ جب ظہور فرمائیں گے تو قاتلینِ حسین علیہ السلام کی اولاد سے ان کے باپ داد کے فعل کا بدلہ لیں گے کیونکہ یہ لوگ ان کے فعل پر راضی ہیں ۔

اس فرمان کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی کسی دوسرے کے برے فعل پر راضی ہو تو یہ بھی گناہ ہے جیسا کہ آیت اللہ العظمیٰ بشیر حسین نجفی دام ظلہ فرماتے ہیں :

اگر کوئی عورت پردہ نہیں کرتی اور اس کی بے پردگی پر اس کا شوہر، بھائی اور باپ راضی ہیں تو یہ تینوں بھی عورت کے ساتھ ساتھ گناہ گار ہیں کیونکہ یہ اس عورت کے فعل پر راضی ہیں ۔

قاتلینِ امام حسینؑ کی اولاد کیسے اپنے آباء کے فعل پر راضی ہوگی اس حوالے سے آیت اللہ عبدالحسین دستغیب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب النھضۃ الحسینیۃ ص ۹۸ پر ایک واقعہ درج کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ :

ينقل عن الشيخ الطوسى قوله ان عدة قبائل كانت محترمة فى الشام بعد واقعة كربلاء --- و النواصب المعادون لاهل البيت يحملون لهم الهدايا و ذلک لا ---فمثل ذلک الفعل تنفيد الاوامر يزيد ۔

شیخ طوسیؒ سے منقول ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد شام میں کچھ محترم تھے اور کافی مدت تک خوارج ، ناصبی اور دشمنِ اہل بیتؑ ان قبائل کے لئے تحائف لاتے تھے کیونکہ یہ قبائل ان دس افراد کے پوتے تھے جنھوں نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے سینوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا تھا ، اور یہ قبائل فخر کرتے تھے کہ ہم ان کی نسل سے ہیں جنھوں نے یزید ملعون کی اطاعت کرتے ہوئے لاشہ ءِ حسینؑ کو پامال کیا تھا۔

سوال: قرآن مجید میں ولا تزر وازرۃ والی آیت کا پانچ دفعہ تکرار ہوا ہے ، اس کی وجہ کیاہے ؟

اس کاجواب یہ ہے کہ خدا کی ذات چاہتی ہے کہ ہمارے اندر عدل و انصاف راسخ ہو جائے اور ہم اپنے تمام امور میں عدل کو رواج دیں اور یہی منہج اسلام ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام اس دنیا کو عدل و انصاف سے پر کردیں گے اور آخرت میں بھی عدل ہی ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین النجفی دام ظلہ الوارف نے فرمایا کہ : اگر کسی کو غلط خیال آتے ہوں تو وہ ہر وقت وضو سے رہے اور لاحول ولا قوۃ الاباللہ پڑھتا رہے اور ہمیشہ اپنے کئے پر فکر کرے تو برے خیال آنا بند ہو جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے مخالفین کے ساتھ اخلاق

مولانا محمد علی غازی

حمد و ثناء ہے خالق دو جہاں کے لئے جس نے اپنے نور سے مخلوقات کو منور کیا اور اپنے نور سے نورِ محمد و آل محمد ﷺ کو خلق فرمایا اور محمد ﷺ کو اول مخلوق اور آخر مبعوث ہونے کا شرف بخشا اور حمد و ثناء ہے اس رحیم ذات کے لئے جس نے اپنی رحمت واسعہ کا مظہر بنا کر محمد مصطفیٰ ﷺ کو دو جہاں کے لئے رحمت قرار دیا۔

درود و سلام ہو محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کی پاک آلؑ پر جنہیں اللہ نے برگزیدہ خلق فرمایا اور تاقیامت بنی نوع انسان کے لئے باعثِ ہدایت قرار دیا۔

محترم قارئین کرام ! ماہ مبارک ربیع الاول میں رحمتِ دو جہاں سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ، اسی عظیم بابرکت مناسبت سے سیرتِ رسول خدا کے روشن گوشوں میں سے ایک مختصر گوشے سے چند نمونہ عمل نمونوں کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں گے اور یہ کوشش کریں گے کہ رسول خدا ﷺ کی سیرت طیبہ جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تا قیامت بشریت کے لئے اسوہ قرار دیا ہے سے اس جہت کو بیان کریں کہ جس کی اس زمانے میں خاص طور پر ، اور تا قیامت ہر انسان کو ضرورت ہے۔

ہم رسول خدا ﷺ کی قبل از بعثت سیرت سے بحث نہیں کریں گے کیونکہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ آپ ﷺ قبل از بعثت ہر ایک کے ہر دلعزیز تھے اور آپ ﷺ کی ذات مبارک سے کسی کو کوئی اختلاف نہیں تھا ، یہی وجہ تھی کہ کفار و مشرکین آپ ﷺ کو صادق و امین کہہ کر پکارتے تھے اور آپ ﷺ پر اس درجہ اعتماد کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو اپنے اموال پر امین قرار دیتے تھے اور اپنے لڑائی جھگڑوں میں آپ ﷺ کے فیصلوں کو بغیر کسی تامل کے قبول کرتے تھے ۔ ہم سب سے پہلے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ مخالفین کے ساتھ کو بیان کرتے ہیں ۔

مخالفین کی امانت میں امانتداری

قرآن مجید میں مؤمنین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی امانتداری ہے ، ارشاد خدا وندی ہے :

اور جو مؤمنین اپنی امانتوں اور وعدوں کا لحاظ رکھنے والے ہیں در حقیقت یہی جنت کے وارثان ہیں ۔ سورہ مؤمنین ۸ تا ۱۰

اس آیتِ کریمہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم سیرتِ رسولِ خدا ﷺ کی طرف نگاہ کرتے ہیں ، یوں تو بہت سارے واقعات اس حوالے سے موجود ہیں مگر ہم یہاں ہجرت کی شب کفار جو کہ آپ ﷺ کی جان لینے کے لئے جمع ہو رہے تھے کو بیان کرتے ہیں کہ کس طرح آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کی امانتوں کو سلامتی کے ساتھ واپس کرنے کا بندوبست کیا ، ابن ابی

الحدید معتزلی اپنی شہرآفاق کتاب شرح نہج البلاغہ ج ۱۳ ص ۲۶۳ میں شب ہجرتِ رسول خدا ﷺ کی امیر المؤمنین علیہ السلام کے لئے جو ہدایات تھیں ان کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

کہ ہمارے استاد شیخ ابو جعفر مدائنی کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ جا کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری حضرمی چادر کو اوڑھ لو ، یہ لوگ مجھے عنقریب نہیں پائیں گے اور مجھے بستر پر نہیں دیکھیں گے اور جب وہ تمہیں وہاں دیکھیں گے تو شاید یہ چیز انہیں صبح تک آرام سے نہ بٹھائے رکھے اور جب صبح ہو جائے تو تم میرے پاس رکھی ہوئی امانتوں کو ان کے مالکوں کو لٹا دینا۔

یہاں اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ جناب رسولِ خدا ﷺ نے کفار کی امانتوں کو واپس کرنے کے لئے امیر المؤمنین علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور اس واقعہ سے ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ کے نزدیک امانتداری کی کتنی اہمیت ہے ، اگرچہ وہ امانت کسی کافر کی ہی کیوں نہ ہو ، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نا ہو گا کہ چاہے وہ امانت اپنے دشمنوں کی ہی کیوں نہ ہو ، اس کی حفاظت ضروری ہے اور آپ ﷺ نے ان امانتوں کو ایسے ہاتھ میں دیکر ہجرت فرمائی جو آپ ﷺ کی طرح امین تھے ، وگرنہ یہ ناممکن ہے کہ کسی غیر کے مال کو غیر معتمد ہاتھوں میں دیا جائے ،آپ ﷺ نے اپنی پاک سیرت سے دشمنوں کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ اگر تم لوگ مجھے قتل بھی کرنا چاہو تو میں امانتداری کی حفاظت کروں گا اور کبھی بھی خیانت کا ارتکاب نہیں کروں گا۔

غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ کا طرزِ سلوک

جب آپ ﷺ نے توحید کی طرف اطرافِ عالم کے مختلف ادیان کے پیروکاروں کو دعوت دی تو آپ ﷺ کے خلاف مختلف ادیان کے ماننے والوں نے سازشیں شروع کر دیں اور آپ ﷺ کو سکون سے رہنے نہیں دیا ، اگر ان واقعات کو تفصیلاً ذکر کریں گے تو یہ مقالہ کتاب میں بدل جائے گا ، اس لئے ہم یہاں صرف چند ایک واقعات کو نقل کریں گے جن میں سیرت نبی ﷺ سے ہمیں نورِ ہدایت ملے۔

جب رسولِ خدا ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دعوتِ توحید کا آغاز کیا تو آپ ﷺ کے خلاف کفار و مشرکین مکہ نے سخت قسم کے اقدامات کئے جن میں سے ایک اہم ترین اقدام شعب ابی طالبؑ میں آپ ﷺ کو خاندان سمیت محصور کرنا تھا اور آپ ﷺ سے تین سالوں تک بائیکاٹ کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس خطرناک ظلم و زیادتی کے مقابلے اپنی رحمت و عفو و در گزر کو اپنا وطیرہ بنایا اور اپنے یہ ظلم و زیادتی ہی باعث بنی کہ رسول خدا ﷺ نے اللہ کے گھر کو خدا حافظ کہا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی ، ہجرت کے بعد بھی کفار کی طرف سے مسلمانوں کو اذیتیں پہنچتیں رہیں اور بالآخر کفارِ قریش نے ابو سفیان بن حرب کی سرکردگی میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا جسے تاریخ اسلام میں جنگ بدر کہا جاتا ہے ، جس میں مسلمانوں کو تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتح نصیب ہوئی اور مسلمانوں کے ہاتھوں بہت سارے مشرکین قیدی بن گئے اور ان قیدیوں میں سے صرف دو قیدیوں کو مکہ مکرمہ مسلمانوں پر تشدد کے ذمہ دار ہونے کی بناء پر قتل کیا گیا ، باقی قیدیوں سے ایسا سلوک کیا گیا کہ تاریخ بشریت میں ایسا سلوک نظر نہیں آتا ، قیدیوں کے ساتھ سلوک کا مختصر قصہ کچھ اس طرح ہے :

رسولِ خدا ﷺ نے ایک قیدی ابو البختری عاص بن ہشام کو شعب ابی طالب میں محصور مسلمانوں کی خدمت کے عوض اور بنو ہاشم کے بعض افراد کو جنگ میں مجبوراشرکت کی وجہ سے معاف کیا گیا اور باقی قیدیوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا گیا لیکن رسول خدا ﷺ نے حکم دیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھا جائے اس کے بعد جس نے بھی فدیہ دیا اس کو رہا کیا گیا اور جو افراد پڑھنا لکھنا جانتے تھے ان کو انصار کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے عوض آزاد کیا گیا ۔

جنگِ بدر اور دیگر جنگوں سے جو قیدی ہوئے ان کے بارے میں رسولِ خدا ﷺ نے ایسا سلوک روا رکھنے کا حکم دیا کہ جن سے کوئی بھی قیدی کسی کا غلام نہ بنے اور نہ کوئی خاتون کسی کی کنیزی میں زندگی بھر رہے ، بلکہ آپ ﷺ نے قیدیوں کو مختلف لوگوں کے حوالے کیا اور ان کی تربیت کا بندوبست کیا اور ان کے رشتہ داروں سے رابطہ کے لئے ان کو آزاد رکھا تاکہ وہ لوگ فدیہ دے کر قیدیوں کو آزاد کر سکیں۔ اور کنیزوں سے شادی کا رواج دیا تاکہ وہ مسلم معاشرے کا فرد شمار ہو کر زندگی گزاریں ۔

عہد و پیمان کی پاسداری

رسول خدا ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں عہد و پیمان کی پاسداری کو ایک خاص مقام حاصل ہے کیونکہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ رہی ہے کہ اگر کسی کافر کے ساتھ بھی عہد و پیمان باندھ لیا جائے تو اس کی پاسداری ضروری ہے ۔

آپ ﷺ نے کفار مکہ کے ساتھ معاہدہ کر کے شعب ابی طالبؑ کی سختیوں کو برداشت کیا اور ہجرت کے پہلے سال اطراف مدینہ کے یہودی قبائل کے ساتھ معاہدہ انجام دیا ، جس میں مشہور تین قبیلوں کا ذکر ملتا ہے ۔ ۱: بنی قینقاع، ۲: بنی النضیر اور ۳: بنو قریظہ

ان یہودیوں کے ساتھ بہت اہم شرائط پر معاہدہ کیا جس کی وجہ سے مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کا موقع ملا اور امن و امان قائم ہوا ۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو : زاد المعاد ج ۳، ص ۵۸ سے)

اس کے علاوہ آپ ﷺ کا مکہ کے کفار کے ساتھ صلح اور معاہدہ ہوا جسے تاریخ اسلام میں ایک مقام حاصل ہے کہ جسے صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے کہ جس میں

مکمل طور پر لکھے گئے معاہدے کی پابندی کی گئی ۔

مخالفین کے ساتھ عفو و در گزر:

آپ ﷺ کی زندگی میں عفو و در گزر آپ ﷺ کی زندگی کا حصہ تھا اور آپ ﷺ عفو و در گزر کو شعار انسانیت اور جوانمردی سے تعبیر فرماتے تھے اور آپ ﷺ کی زندگی ہزاروں ایسے واقعات پر مشتمل ہے کہ جس میں عفو و در گزر کا مظاہرہ موجود ہے ، ہم یہاں پر صرف فتح مکہ کے بعد دشمنوں کے ساتھ آپ ﷺ کے سلوک کو بیان کریں گے :

صلح حدیبیہ کے دو سال بعد یعنی ۸ ہجری کو رسول خدا ﷺ نے قریش کی طرف سے صلح کی شرائط کی خلاف ورزی کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کا قصد فرمایا اور آپ ﷺ نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور مؤرخین نے لکھا ہے کہ دس ہزار مسلح سپاہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اور فاتح بادشاہوں کے برخلاف آپ ﷺ نے یہ نعرہ بلند کیا کہ :

الیوم یوم المرحمۃ یعنی آج کا دن رحم و کرم کا دن ہے اسی شعار کے ساتھ آپ ﷺ حرم خدا مکہ مکرمہ میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ داخل ہوگئے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے تیر اندازی بھی کی اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو حکم دیا کہ خانہ خدا کو بتوں سے پاک کریں اس طرح سے کئی صدیوں سے موجود لکڑی اور پتھروں سے بنے جھوٹے خداؤں سے آپ ﷺ نے خانہ خدا کو پاک و منزہ کیا ۔

اسی فتح و نصرتِ الٰہی کے عظیم موقع پر آپ ﷺ نے عفو و در گزر کا اعلیٰ ترین مظاہرہ فرمایا جسے تاریخ انسانیت ہمیشہ یاد رکھے گی ، دنیا میں کون بادشاہ گزرا ہے جس نے دشمنوں کو بغیر کسی اذیت کے معاف کیا ہو ، کون بادشاہ گزرا ہے جس نے مقبوضہ علاقوں میں خون کی ہولی نہ کھیلی ہو مگر یہ رحمتِ خدا کا مظہرِ ذات ہے جسے اللہ نے رحمتِ دو عالم قرار دیا ہے جس نے اپنی رحمت کو نہ صرف اپنے اطاعت گزاروں کے لے واہ کیا بلکہ اپنے خونی دشمنوں کو بھی اس رحمتِ واسعہ سے فیض پہنچایا اور تاریخ بشریت میں جاری قابض ، طاقتور بادشاہوں کی سیرت کو ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا اور اس سیرت ملوک کو یکسر تبدیل کر دیا ۔

مکہ کے کافروں کے ساتھ سلوک

کفارِ مکہ جنہوں نے آپ ﷺ کو ہر قسم کی اذیت پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی ، خصوصاً ابو سفیان جس نے آپ ﷺ کے ساتھ کئی خونی جنگیں لڑیں اور اسلام کو مٹانے کے لئے جو ہو سکتا تھا اس نے کیا تھا آج ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ابوسفیان سمیت تمام کفار مکہ کو انکے کیے کی سزا دیتے ، مگر رحمتِ دو عالم نے حرمِ خدا مکہ مکرمہ میں قتل و غارت گری کو پسند نہ فرمایا اور مسلمانوں اور اسلام کے لئے عفو و در گزری میں مصلحت دیکھی تو نہ فقط آپ ﷺ نے ابوسفیان کو معاف کر دیا بلکہ یہ حکم صادر فرمایا کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو امان ملے گا۔

فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا سوائے چند افراد کے کسی کو بھی قتل کرنے سے منع فرمایا ۔

علامہ مجلسیؒ نے ابن شہر آشوب کی کتاب مناقب آل ابی طالبؑ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جناب ام ہانی امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی بہن (رضاعی) نے دو مخزومی مردوں کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی ، امیر المؤمنین علیہ السلام امِ ہانی کے گھر تشریف لے گئے اور بلند آواز میں فرمایا کس نے اس گھر میں پناہ لی ہے ؟

جناب ام ہانی گھر سے باہر آئی اور کہا اے بندہ خدا میں ام ہانی بنت عبد المطلب علیؑ کی بہن اور رسولِ خدا کی چچا زاد ہوں ، میرے گھر سے دور ہو جاؤ ، میں رسولِ خدا ﷺ سے شکایت کر دوں گی ، جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو ام ہانی نے آپ علیہ السلام کو پہچان لیا اور عرض کیا قربان جاؤں آپ پر ، مگر کیا کروں میں نے قسم اٹھائی ہے کہ رسول خدا ﷺ سے آپ علیہ السلام کی شکایت کروں گی ، امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ جا کر شکایت کریں اور اپنی قسم پوری کریں ، جب ام ہانی رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں پہنچی تو رسولِ خدا ﷺ نے قبل اس کے کہ ام ہانی کچھ کہیں فرمایا:

اے ام ہانی کیا علیؑ کی شکایت لے کر آئی ہو ، انہوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں کو خوفزدہ کیا ہے ، خدا وندِ متعال علی علیہ السلام کو ان کی سعی اور جہاد کا اجر دے اور چونکہ تم علیؑ کی بہن ہو لہٰذا جس کو بھی تم نے پناہ دی ہے میں بھی اسے پناہ دیتا ہوں ۔ (بحار الانور، ج۴۱، ص ۱۰)

ابن ہشام نے نقل کیا ہے کہ جب کفار قریش جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے عظیم خطبہ ارشاد فرمایا اور آخر میں کفار قریش سے پوچھا کہ اے قریشیو تمہاری کیا رائے ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ روا رکھوں گا ؟ انہوں نے بیک زبان ہو کر کہا : خیر اخ کریم ابن اخ کریم

ہم آپ سے خیر اور نیکی کی توقع رکھتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہمارے صاحب جود و کرم بھائی ہیں اور ہمارے کریم بھائی کے کریم فرزند ہیں ۔

چنانچہ آپ نے فرمایا: اذھبو ا فانتم الطلقاء جاؤ تم آج سے آزاد کردہ ہو ۔

شیخ محمود ابوریہ لکھتے ہیں کہ ان طلقاء میں وہ لوگ تھے جو کفر و شرک کے سرغنہ تھے جو اپنی جان بخشی کی خاطر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے جن میں ابو سفیان جیسے افراد شامل تھے ۔

اتباعِ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم

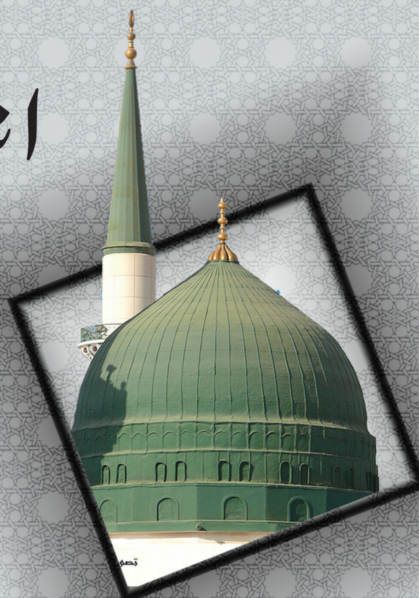

مولانا ریاض حسین نجفی

قارئین محترم ! آج ہم آپ سے چھوٹی سی آیت کے بارے میں کچھ معروضات عرض کریں گے ۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری پیروی کرو- خدا بھی تم سے محبّت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔(سورہ آل عمران کی آیت ۳۱)

قارئین کرام آیات کا اپنا لہجہ ہوتا ہے مثلا کسی آیت میں توبیخ اور سرزنش ہوتی ہے کسی میں انتہائی پیار و محبت ہے کسی آیت میں چیلنج ہوتا ہے اور کوئی آیت امتحانیہ لہجہ میں ہوتی ہے یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے کہ جس میں امت سے امتحان کی بات ہورہی ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے لوگو! اگر تم دعوی کرتے ہو کہ تم مجھ اللہ سے پیار کرتے ہو تو میں اللہ آپ کو آزماؤں گا اور وہ آزمائش ہے میرے نبی کی اتباع ۔

اور اللہ تعالی کی ابتدائے آفرینش سے آج تک یہ سنت رہی ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے آزمائش لے لہٰذا خدا نے ملائکہ سے امتحان لیا کچھ ہستیوں کو درمیان میں رکھ کر کہ اب ان کے نام بتاؤ ملائکہ جب نہ بتا سکے تو آدم علیہ السلام نے نام بتا کر یہ امتحانی مقابلہ جیت لیا۔

قارئین محترم ! ہم انسان اگر امتحان لیتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہم کو معلوم ہوسکے کہ جس کا امتحان لیا جارہا ہے اس کی کتنی قابلیت ہے چونکہ ہمیں علم نہیں ہوتا اس کی قابلیت کا ، اسی وجہ سے ہم امتحان لیتے ہیں لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی جب امتحان لیتا ہےتو وہ کیوں جبکہ اللہ تعالی کو ہر چیز کا علم ہے وہ ازل سے ابد تک کا ہر جزئی کلی مخفی ظاہر کو جانتا ہے جیساکہ اللہ کا فرمان ہے :

وَ عِنْدَهُ مَفاتِحُ الْغَيْبِ لا يَعْلَمُها إِلاَّ هُوَ وَ يَعْلَمُ ما فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ ما تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلاَّ يَعْلَمُها وَ لا حَبَّةٍ فِي ظُلُماتِ الْأَرْضِ وَ لا رَطْبٍ وَ لا يابِسٍ إِلاَّ فِي كِتابٍ مُبِينٍ

اور اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے اور وہ خشک و تر سب کا جاننے والا ہے -کوئی پتہ بھی گرتا ہے تو اسے اس کا علم ہے زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین کے اندر محفوظ نہ ہو۔(سورہ انعام آیت ۵۹)

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی کا امتحان نعوذ باللہ جہل کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ مخلوق کو اپنی حیثیت اور قابلیت دکھانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ اپنے جہل کو دور کرنے کے لئے امتحان لیتا ہےاور اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ :

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو ،آیت کا پہلا حصہ ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو یہ شرط ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اللہ سے محبت کرنی چاہئے ؟جواب یہ ہے کہ اللہ سے محبت بہت ہونی چاہئے اور اس کے بہت سارے اسباب ہیں لیکن ہم یہاں دو کو ذکر کرتے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالی کی ذات جامع جمیع کمالات ہے انسان کے اندر اللہ تعالی نے یہ فطرت رکھی ہے کہ انسان کمال کو پسند کرے اور یہ فطرت

انسان میں سلیم ہوگی تو اس کی فطرت میں آلودگی نہ ہوگی تو ایسا انسان اللہ تعالی کی ذات سے ضرور محبت کرے گا چونکہ اللہ تعالی کی ذات جمیع کمالات کی انتہاء قدرت اگر کمال ہے تو وہ علی کل شیئ قدیر ہے علم اگر کمال ہے تو اللہ تعالی ہر شیئ کا علم رکھتا ہے اگر کسی پر رحم کرنا کمال ہے تو اللہ ارحم الراحمین ہے اگر کسی کو معاف کرنا کمال ہے تو سب سے زیادہ معاف کرنے والا ہے کوئی ایسا کمال نہیں ہے مگر یہ کہ وہ کمال اللہ تعالی کی ذات پر منتہی ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ جس کی بناء پر اللہ سے محبت ہونی چاہئے وہ احسان ہے ہر فطرت سلیمہ کا مالک اس بات کو درک کرتا ہے کہ اپنے محسن سے محبت کرے یہ عام زندگی میں پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی آپ پر چھوٹا سا ہی احسان کرے تو آپ کے دل میں اس محسن کی محبت پیدا ہوجاتی ہے اگر انسان کا دل فطرت پر باقی ہے تو اس بات کو محسوس ضرور کرے گا کہ محسن کی محبت فطری ہے اب محسن کا احسان جتنا بڑا ہوگا اتنی ہی محبت بڑی ہوگی اور جوں یہ محبت کا سفر جاری رہتا ہے اس لحاظ سے دیکھیں تو اللہ تعالی کے عظیم احسانات میں سے یہ ہے کہ ہمیں وجود عطا کیا اور پھر اعظم احسان یہ ہے کہ انسان پیدا کیا اور خدا کی طرف سے احسانات کا سلسلہ کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں ہے لہٰذا جس طرح اللہ تعالی کے احسانات قابل شمار نہیں ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے :

وَ إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللہِ لا تُحْصُوها إِنَّ اللہَ لَغَفُورٌ رَحيم

اور تم اللہ کی نعمتوں کو شمار بھی کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے ہو بیشک اللہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔(سورہ نحل آیت ۱۸)

اسی طرح اللہ تبارک و تعالی کی ایک ایک نعمت ایسی ہے کہ جس کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے لہٰذا اللہ تعالی کی ذات سب سے زیادہ محبت کے لائق ہے :**وَ الَّذينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ** جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ (سورہ بقرہ آیت 165)

اب نتیجہ یہ نکلا کہ جو کمالات کو زیادہ چاہتا ہوگا وہ اللہ کو زیادہ چاہتا ہوگا چونکہ اللہ تعالی کی ذات تمام کمالات کو جامع ہے اور جو اللہ کے احسانات کو لامتناہی اور بے مثل سمجھے گا وہ اللہ تعالی سے محبت بھی باقی لوگوں کی نسبت زیادہ کرے گا۔

قارئین محترم ! یہ آیت کا پہلا حصہ ہوا۔ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔۔

اب ہم سوال کریں گے کہ محبت امر قلبی و مخفی ہے کوئی محبت کو دیکھ تو نہیں سکتا ،کوئی محبت کو ناپ تول تو نہیں سکتا اب اگر کوئی دعوی کرے کہ میں سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہوں تو اس کا دعوی بغیر دلیل کے قبول نہ ہوگا بلکہ اس کا امتحان ہوگا کہ جو رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ تابع ہوگا وہی اللہ سے حقیقت میں سب سے زیادہ محبت کرتا ہو گا لیکن قبل اس کے کہ ہم یہ دیکھیں کہ سب سے زیادہ تابع رسول کون ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ اللہ نے اپنی محبت کا معیار رسول اللہ ﷺ کی پیروی کیوں قرار دیا ؟

ممکن ہے کہ یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ جو پوری رات سجدے میں ہو وہ مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے اور جو سب سے زیادہ تلاوت و عبادت کرے وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے ، بہت سارے دیگر پیمانے اور میزان ممکن تھے مگر اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو کیوں انتخاب کیا کہ مجھ سے حقیقت میں محبت وہی کرتا ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ تابع ہو۔

اب رسول اللہ ﷺ کو میزان محبت قرار دینے کا فلسفہ ممکن ہے کہ یہ تین چیزیں ہوں۔

ایک تو یہ کہ جس طرح ہم نے بیان کیا تھا کہ اللہ کیوں لائق محبت ہے تو وہاں ہم نے ایک وجہ یہ قرار دی تھی کہ چونکہ ہر کمال کی انتہاء اللہ تعالی کی ذات اقدس ہے لہٰذا اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھیں کسی شاعر نے آپ کی شان میں یہ مصرعہ کہا تھا کہ بلغ العلی بکمالہ ۔ آپ ﷺ اپنے کمال کی وجہ سے بلندی کی ایسی جگہ کو پہنچے ہیں کہ جہاں کوئی نہیں پہنچا اور رسالت مآب کی ذات وہ ذات ہے کہ جس میں ہر کمال موجود تھا لہٰذا اس جہت سے آپ ﷺ اس کے اہل ہیں کہ آپ کو اللہ تعالی کی محبت کشف کرنے کا معیار قرار دیا جائے ۔

دوسری بات کہ جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو میزان بنایا گیا وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ واسطہ در فیض ہیں یعنی جس طرح فطرت کی آواز ہے کہ جو آپ پر احسان کرے اس سے محبت یقینی ہے لیکن اس ہستی سے بھی محبت کرو جو واسطہ بنا ہے احسان پہچانے میں مثلا کوئی بڑا آدمی یا دور رہنے والا آدامی کسی کو کہے کہ یہ ھدیہ جا کر فلاں شخص کو دینا تو جیسے ہی آپ وہ تحفہ اس مطلوبہ شخص تک پہنچائیں گے تو یہ تحفہ لینے والا شخص اس محسن حقیقی کا شکر گزار ہوگا اور اسی طرح آپ کا بھی شکر گزار ہوگا اور کہے گا کہ میرے بس میں نہیں تھا کہ اس بڑے آدمی تک پہنچ جاؤں لیکن آپ نے مہربانی فرمائی کہ یہ عظیم تحفہ مجھے تک پہنچایا ۔ تمام چیزوں سے قطع نظر قرآن اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے انمول تحفہ ہے اللہ کی طرف سے۔ تو فطرت کا تقاضہ ہے کہ تحفہ دینے والے کے ساتھ ساتھ اس کے بھی شکر گزار رہیں کہ جس نے ہم تک یہ تحفہ پہنچایا لہٰذا اللہ محسن ہے تو رسول اللہ ﷺ واسطہ در احسان ہیں ۔ اللہ سے محبت کریں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں ۔

تیسری بات کہ رسول اللہ ﷺ خود اس قابل ہیں کہ ان کی اتباع کریں چونکہ اتباع ایسے شخص کی ممکن ہو سکتی ہے جو پوری زندگی ایک لحظہ بھی سیدھے راستے سے نہ ہٹا ہو اور وہ رسالت مآب ﷺ کی ہی ذات مقدس ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ :

يس وَ الْقُرْءَانِ الحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلىَ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيم

یٰس قرآن حکیم کی قسم آپ مرسلین میں سے ہیں بالکل سیدھے راستے پر ہیں۔ تو اللہ تعالی کی ذات نے بتلایا کہ میرا حبیب صراط مستقیم ہے پس ہر شخص اپنی ضدیت سے ہٹ جائے اور رسول اللہ ﷺ کو صراط مستقیم مان کر ان

کی اتباع کریں ۔

اب ہم اس بات کو دھراتے ہیں کہ جو پہلے ہم نے کہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا تابع کون ہے چونکہ جو سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا تابع ہوگا وہی سب سے زیادہ اللہ تعالی کی ذات سے محبت کرے گا اور اللہ تعالی کی محبت سب سے زیادہ اس کے پاس ہوگی جو سب سے زیادہ اللہ تعالی کا عارف ہوگا اس لحاظ سے ہم دیکھیں تو رسول اللہ ﷺ کا یہ نورانی فرمان نظر سے گزرتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ :لایعرف اللہ الا انا و انت کہ اللہ تعالی کی معرفت سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو ہے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو۔

لہٰذا خارج کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کی ہے چونکہ آپ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ تابع تھے۔

علی علیہ السلام کی زندگی تو ویسے ہزاروں مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ علی علیہ السلام سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے تابع ہیں ۔

علی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے نہج البلاغہ میں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس طرح رہا کرتا تھا کہ جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے اور رسول اللہ ﷺ ہر روز مجھے آداب سکھاتے کوئی شخص اس طرح کا دعوی نہیں کرسکتا یہ شرف فقط علی علیہ السلام کو ہی ملا ہے کہ اپنی آغازِ زندگی میں ہی رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں مشغول رہے ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

طلبِ مغفرت کے اوقات

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

طلب مغفرت اور گناہوں کی بخشش کے لئے انسان کو ہر وقت دعا کرنی چاہیۓ لیکن کچھ اوقات ایسے بھی ہیں کہ جن میں طلب مغفرت کی تاکید کی گئی ہے کہ جن کی تفصیل اور ذکر اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں موجود ہے لیکن طلب مغفرت کے لئے روایات میں مذکور اوقات میں سے دو ایسے بھی ہیں کہ جن کو روایات میں بہت اہم قرار دیا گیا ہے اور ان میں طلب مغفرت کی بہت تاکید کی گئی ہے :

اول :گناہ کرنے کے بعد جب انسان اپنے آپ اور اپنے کئۓ ہوئے جرم کی طرف متوجہ ہو تو اسے چاہیۓ کہ فوراً خدا سے اپنے جرم کی معافی طلب کرے روایات میں مذکور ہے کہ جب کوئی انسان کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو خدا فرشتوں کو اس کے نامۂ اعمال میں اس گناہ کو لکھنے سے کچھ دیر کے لئے روک دیتا ہے کہ شاید یہ بندہ اپنے کئۓ کی معافی مانگ لے اور جب وہ بندہ اپنے گناہ کی خدا سے اس مخصوص وقت میں معافی طلب کرتا ہے تو خدا اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور وہ گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جاتا ۔ اسی طرح روایت میں آیا ہے کہ انسان کے نامہ اعمال میں جس گناہ کے ساتھ اس گناہ کی خدا سے معافی اور طلب مغفرت درج ہوگی خدا اس گناہ کو معاف کر دے گا ۔

دوم : طلب مغفرت کا دوسرا اہم وقت سحری کا ہے روایات میں مذکور ہے کہ خدا ان گناہگاروں کو پسند کرتا ہے کہ جو وقت سحر میں خدا سے طلب مغفرت کرتے ہیں اور اس سے مراد تہجد میں پڑھے جانے والے وتر میں طلب مغفرت ہے یہ بات واضح رہے کہ طلب مغفرت ایک دعا ہے اور دعا کے لئے انسان کو اس کے لئے مذکور افضل ترین وقت کو اختیار کرنا چاہیۓ اور اس کے ساتھ ساتھ انسان کو استغفار اور طلب مغفرت سے مفہوم و معنی اور اس کی شرائط سے بھی غافل نہیں ہونا چاہیۓ ۔گناہگار بندے کو اس بات کی طرف ملتفت رہنا چاہیۓ کہ گناہ کی بخشش خدا کی طرف سے رحم و کرم اور خصوصی لطف کے بغیر ممکن نہیں ہے لہٰذا اسے چاہیۓ کہ وہ جہنم کی اس آگ کی طرف بھی دیکھے کہ جو اس نے خدا کی نافرمانی کی صورت میں اپنی پشت پر لادی ہے اور مکمل خلوص و اخلاص ، یقین و اعتقاد کے ساتھ خدا کی رحمت اور فضل و کرم کی طرف ملتفت رہتے ہوئے خدا سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرلے۔

الامام جعفر الصادق علیہ السلام

علمائے اہل سنت کے نزدیک

۱: امام ابو حنیفہ

امام ابو حنیفہ کے نزدیک سب زیادہ علم رکھنے والے اور دین کو سمجھنے والے امام جعفر صادق علیہ السلام تھے ۔

امام ابو حنیفہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا :

ما رأيتُ أحداً أفقه من جعفر بن محمّد

کہ میں نے کسی کو جعفر بن محمد (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے زیادہ دین کو سمجھنے والا نہیں دیکھا ۔

مزید اسی روایت میں ہے کہ جب منصور کے کہنے پر چالیس مشکل ترین مسائل کو ابو حنیفہ نے تیار کیا اور کہتا ہے :

فلمّا بصرتُ بهما دخلني لجعفر من الهيبة ما لم يدخلني لأبي جعفر

تو جب میں نے ان دونوں (امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام)کی طرف نگاہ کی تو (امام) جعفر (صادق علیہ السلام) کی ہیبت ورعب میرے اندر بیٹھ گیا جو کہ منصور کو دیکھنے کی وجہ سے نہ تھا۔

تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ :

ثمّ قال : يا أبا حنيفة هات من مسائلك نسأل أبا عبد الله ، وابتدأتُ أسأله ، وكان يقول في المسألة : أنتم تقولون فيها كذا وكذا ، وأهل المدينة يقولون كذا وكذا ، ونحن نقول كذا وكذا ، فربّما تابعنا وربّما تابع أهل المدينة وربّما خالفنا جميعاً ، حتّى أتيتُ على أربعين مسألة ما أخبرت منها مسألة

اے ابو حنفیہؒ اپنے مسائل پیش کرو ہم اباعبداللہ (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے پوچھتے ہیں ۔ تو میں نے سوال پوچھنا شروع کر دئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام ہر مسئلہ میں یہ فرماتے کہ اس مسئلہ میں تم یہ نظریہ رکھتے ہو ، مدینہ والے یہ نظریہ رکھتے ہیں اور ہم یہ نظریہ رکھتے ہیں بعض کو ہم مانتے ہیں بعض کو مدینہ والے اور بعض کے ہم سب مخالف ہیں ۔ یہاں تک کہ میں نے چالیس مسئلے پیش کر ڈالے۔

پھر ابو حنیفہ کہتا ہے کہ :

أليس قد روينا أنّ أعلم الناس أعلمهم باختلاف الناس

کیا ہمارے ہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ جو شخص لوگوں کے اختلافی نظریات کو جانتا ہے وہ سب سے زیادہ علم والا ہوتا ہے۔

تهذيب الكمال ج ٥ ، ص ٧٩ ، مؤسّسة الرسالة . والذهبي في سير أعلام النبلاء : ج ٦ ، ص ٢٥٧ ـ ٢٥٨

امام ابو حنیفہ نے کہا کہ : **لو لا السنتان لهلك النعمان**

اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا ۔ یعنی وہ دوسال کہ جس میں ابو حنیفہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے علم حاصل کیا تھا۔

(مختصر التحفة الاثني عشريّة : ٩ ، المطبعة السلفيّة ، القاهرة)

۲: امام مالک بن انس

امام مالک امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

ولقد كنتُ أرى جعفر بن محمّد وكان كثير الدعابة والتبسّم ، فإذا ذُكِرَ عنده النبيّ صلّى الله عليه وسلّم اصفرَّ ، وما رأيتُه يُحدّث عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إلاّ على طهارة ،

ولقد اختلفتُ إليه زمانا ، فما كنتُ أراه إلاّ على ثلاث خصال إمّا مصلّياً وإمّا صامتاً وإمّا يقرأ القرآن ، ولا يتكلّم فيما لا يعنيه ، وكان من العلماء والعبّاد الذين يخشون الله عزّ وجلّ

کہ میں جعفر ابن محمد (امام جعفر صادق علیہ السلام) کو ہمیشہ مزاح و مسکراتے ہوئے پایا ہے جب ان کے پاس نبی اکرم ﷺ کا ذکر آتا تو آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہوجاتا ، اور جب بھی آپ (علیہ السلام) رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایات نقل فرماتے تو طہارت کی حالت میں ہوتے ۔ میں ان (امام جعفر صادق علیہ السلام)کے پاس کافی عرصہ جاتا رہا جب بھی ان کو دیکھا تو تین حالتوں سے خالی نہ پایا یا نماز پڑھ رہےہوتے یا روزہ کی حالت میں ہوتے یا قرآن پڑھ رہے ہوتے ۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام بے مقصد کلام نہیں فرماتے تھے اور ایسے علماء اور اللہ کے بندوں میں سے تھے کہ جو اللہ عز و جل کی خشیت رکھتے تھے ۔

الشفا بتعريف حقوق المصطفى ٢ / ٤٢ طبع دار الفكر ،

تهذيب التهذيب ٧٠/٢ ، دار الفكر

۳: امام احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبل اس سند کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جس میں امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد محمد باقر علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد علی زین العابدین علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد حسین علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ۔

امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ :

لو قرأتُ هذا الإسناد على مجنون لبرئ مِن جُنَّتِهِ

اگر میں اس سند کو کسی مجنون اور پاگل انسان پر پڑھ دوں تو وہ صحت یاب ہوجائے گا۔

(الصواعق المحرقة) : ٣١٠ ، دار الكتب العلميّة

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: لِكُلِّ شَيْءٍ أَسَاسٌ وَ أَسَاسُ الْإِسْلَامِ حُبُّنَا أَهْلَ الْبَيْت

المحاسن ؛ ج۱ ؛ ص۱۵۰

ہر چیز کی بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

قَالَ الصَّادِقُ ع أَحَبُ إِخْوَانِي إِلَيَ مَنْ أَهْدَى إِلَيَّ عُيُوبِي

الإختصاص ؛ النص ؛ ص۲۴۰

میرا سب سے پسندیدہ بھائی وہ ہے جو مجھے میرے عیبوں سے آگاہ کرے۔

أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ مَنْ خَافَ اللَّهَ أَخَافَ اللَّهُ مِنْهُ كُلَّ شَيْءٍ وَ مَنْ لَمْ يَخَفِ اللَّهَ أَخَافَهُ اللَّهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

. الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج۲ ؛ ص۶۸

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس شخص سے ہر شیء کو ڈراتا ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا اللہ اسے ہر شیء سے ڈراتا ہے ۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِيَامُهُ بِاللَّيْلِ وَ عِزُّهُ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ.

وسائل الشيعة ؛ ج۹ ؛ ص۴۴۸

مومن کا شرف راتوں کو عبادت کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیازی میں ہے۔

وَ الشُّكْرُ زِيَادَةٌ فِي النِّعَمِ وَ أَمَانٌ مِنَ الْفَقْرِ

بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج۷۵ ؛ ص۲۴۱

شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور فقر سے امان ملتی ہے۔

قَالَ ع مَنْ بَدَأَ بِكَلَامٍ قَبْلَ سَلَام فَلَا تُجِيبُوه

بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج۷۵ ؛ ص۲۴۳

جو سلام سے پہلے بات شروع کر دے اسے جواب نہ دو۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

ترتیب: مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

سوال: پوچھنا یہ تھا کہ قرآن مجید میں بیان ہے کہ ایک دفعہ موت آئے گی پھر جو زندگی ملے گی، دوبارہ موت نہیں ہو گی، تو کیا قبر میں جب سوال جواب ہونگے تب مردہ زندہ ہو کر دے گا جواب؟اگر مردہ زندہ ہو کر جواب دیتا ہے تو پھر وہ کہاں جاتا ہے؟ جیسے کہاں کچھ مردہ سمندروں میں ڈوب جاتا ہے وہ وہی ملیامیٹ ہو جاتے ہیں تو ان کے سوال جواب کیسے ہونگے؟

جواب: بسمہ سبحانہ!جب انسان مرتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم سے نکال کر ایک اور جسم میں رکھی جاتی ہے جسے برزخی جسم کہتے ہیں اور وہ پہلے والے جسم کے بالکل مشابہ ہوتا ہے لیکن پہلا جسم مادی جسم تھا اور یہ دوسرا یعنی برزخی جسم مادی جسم کی خاصیت سے علیٰحدہ ہوتا ہے اور اس جسم کے ساتھ کہ جب روح اس کے برزخی جسم میں ہوتی ہے تو اس کا نئے برزخی جسم کے ساتھ حساب کتاب کیا جائے گا اور وہ روح اسی برزخی جسم میں ہی قیامت تک رہے گی اور قیامت کے دن وہی روح اسی پہلے والے جسم میں واپس آ جائے گی اور اس کو قیامت کے دن اسی پہلے والے جسم اور روح کے ساتھ ثواب یا عذاب دیا جائے گی۔ واللہ العالم

سوال: جب کوئی انسان یہ وصیت کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے جسم کے اعضاء ہدیہ کر دیں، جیسے لوگ اپنی آنکھیں، دل، گردے وغیرہ دیتے ہیں، کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ!ایسی وصیت درست نہیں ہے کیونکہ انسان مرنے کے بعد اپنے جسم کا مالک نہیں رہتا البتہ اپنی زندگی میں کسی عضو کو کسی کو قیمت پر یا مفت دینا چاہیے تو جائز ہے بشرطیکہ اس عضو کے کاٹنے سے اس کی موت واقع نہ ہو۔اور اگر کسی مومن کی جان کو بچانے کے لئے کسی مردہ کے کسی عضو کو لگانے کی ضرورت ہو تو ایسا کرنا جائز ہے لیکن اس عضو کی دیت اس مومن پر کہ جس کو پیوند لگایا گیا ہے واجب ہو گی اور یہ دیت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ہو گی مردہ کی اولاد کی نہیں ہو گی۔واللہ العالم

سوال: اگر کفن کا خمس نہ نکالا ہو تو علماء کا کیا حکم ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ!کفن جس نے خریدا تھا اگر اس کی خمس کی تاریخ نہیں تھی تو اس میں سادات اور امامؑ کا حق تھا کہ جس کا اسے حق ادا کرنا ہو گا اور قیامت کے دن اس سے اس کا حساب لیا جائے گا اور اگر اس کی خمس کی تاریخ تھی اور وہ خمس کی تاریخ سے پہلے کفن استعمال ہو گیا ہے تو اس پر خمس نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: جس پر جنازہ اٹھایا ہوتا ہے اس کا بھی خمس نکالا نہیں تھا اور گھر میں جس صابن سے غسل دیا تھا اس کا بھی نہیں دیا تھا؟

جواب: بسمہ سبحانہ!ایسے صابن یا ایسے تابوت کو استعمال کرنے کا گناہ ان پر ہے کہ جو اسے استعمال میں لائے ہیں اور اگر مرنے والا خمس کا پابند تھا تو اس پر یہ گناہ نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال:زائرین جو پاکستان سے زیارات پر آتے ہیں کیا وہ مسجد کوفہ میں نماز پوری ادا کریں گے یا قصر اسی طرح مولا حسینؑ کے حرم میں کیا وہ پوری ادا کریں گے یا قصر؟

جواب: بسمہ سبحانہ!اگر زیارات کے دوران آپ کا قیام کسی ایک جگہ پر بھی دس دن سے زیادہ نہیں ہو گا تو آپ ہر جگہ پر قصرنماز پڑھیں گے۔ اور آپ کو چار مقامات پر نماز کو قصر اور پورا پڑھنے پر اختیار ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد کوفہ اور امام حسینؑ کی ضریح مبارک کے گنبد کے نیچے۔ واللہ العالم

سوال: ایک شخص ناجائز طریقے سے مثلا سمگلر ہے وہ سمگلنگ کرتا ہے(چرس وغیرہ) اور وہ اس کمائی سے مجلس امام حسینؑ میں لنگر تقسیم کرتا ہے اور لوگوں کو بھی پتا ہے، کیا یہ جائز ہے اس شخص کے لئے ؟کیا لوگ وہ لنگر لے اور کھا سکتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ!ایسے شخص نے دو گناہ کئے ہیں ایک سمگلنگ اور دوسرا وہ چیزیں جو مسلمانوں کے لئے لا رہا ہے یعنی چرس وغیرہ ان کو بیچنا اور ان سے نفع حاصل کرنا سب کچھ حرام ہے، البتہ وہ چیز جو

خرید کر لایا ہے اس پیسے سے جو اس نے غلط طریقے سے کمائے ہیں تو وہ حلال ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ مؤمنین کو اس کی خریدی ہوئی نیاز کھانے سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی جائے۔ واللہ العالم

سوال: یہ جو پتھر مثلاً عقیق یہاں اور کوئی انگوٹھی پہن کر نماز میں جب دوسری رکعت یہاں ویسے ہی دعا کرتے ہیں تو انگوٹھی کو گھما کر اوپر کیا جاتا ہے کیا ایسا عمل آئمہؑ کرتے تھے اپنی نمازوں میں پلیز تھوڑی تفصیل درکار ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! اس سے نماز باطل نہیں ہوتی لیکن اس کا مستحب ہونا میرے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: یہ جو زائرین کربلا جاتے ہیں وہاں سے سبز رنگ کی چادر لاتے ہیں یہ چادر صرف سید سرادر پہن سکتے ہیں کہ کوئی بھی یہ چادر خرید کر مس کر کے اپنے اوپر اُوڑھ سکتا ہے عرب کے دستور کے مطابق سبز رنگ سادات ھونے کی نشانی ہے ؟

جواب: بسمہ سبحانہ! وہ لباس جو کسی ماحول میں سادات سے خاص ہو تو احتیاط اس میں ہے کہ ایسی جگہ پر غیر سید اسے نہ پہنیں، ورنہ دیکھنے والا اسے اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کی اولاد سمجھے گا۔ واللہ العالم

سوال: یہ جو امام ضامن باندھنے کے جواز کے طور پر بعض سکّوں والے واقعات بیان کیے جاتے ہیں اِن واقعات کی حقیقت کیا ہے نیز امام ضامن باندھنے کی شرعی حیثیت بھی بیان کر دیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! یہ شرعی اعتبار سے جائز ہے اور ایسے کاموں پر ہونے والے معجزات دنیا میں بہت ہیں۔ واللہ العالم

سوال: کیا مسجد کے اندر علم و شبیہ زیارت رکھنا جائز ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! مسجد کے اندر شبیہ زیارت اور علم لگایا جا سکتا ہے بشرطیکہ مؤمنین کو عبادت میں تنگی یا دقت پیش نہ آئے اور نمازیوں کے سامنے قبلہ کی طرف بھی نہ ہو اور ہر وہ چیز جس سے انسان کی نماز میں بے توجہی پیدا ہو اس کو بھی نمازی کے سامنے نہ رکھا جائے۔ واللہ العالم

سوال: میری فجر کی نماز اکثر قضا ہو جاتی ہے کیا کریں اکثر اٹھتا ہوں لیکن نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر سو جاتا ہوں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں خدا کا ڈر بہت کم ہے ورنہ اگر آپ کو کسی ڈیوٹی پر اسی وقت جانا ہوتا تو آپ کیسے اٹھتے، کیا الارم والی گھڑی اپنے پاس نہ رکھتے یا اپنے گھر والوں کو نصیحت نہ کرتے کہ آپ کو بیدار کریں۔ لہٰذا ایسا ہی صبح کی نماز پڑھنے کے لئے کریں۔ اس کے لئے عزم اور ارادے کی پختگی کی ضرورت ہے نہ کہ صرف دعا کی ضرورت ہے، امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کوئی بھی بندہ سورہ کہف کی آیت نمبر ۱۱۰ کی تلاوت کر کے سوئے گا تو وہ جس وقت اٹھنے کا ارادہ کرے گا اسی وقت خدا اسے بیدار کر دے گا اور اسی سے بیدار ہو جائے گا مگر اٹھ کر نماز کی ادائیگی اس کا اپنا فریضہ ہے۔ والسلام

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ گھر کا دروازہ جنوب کی طرف نہیں رکھنا چاہیے کیا یہ شرعاً صحیح ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! گھر کا دروازہ جنوب کی طرف نہ رکھنے کے بارے کوئی شرعی دلیل ثابت نہیں ہے۔ واللہ العالم

پاکستان سے آئے ہوئے وفود کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

ملتان سکھر کراچی لاہور فیصل آباد اور سرگودھا سے آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی. اس ملاقات کا مقصد مرجعیت عظمی کی نصائح سے استفادہ کرنا تھا. اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ زائر امام حسین علیہ السلام کا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدا اس کی زیارت کو قبول فرمائے. اور یہی مقصد ہونا بھی چاہیے. اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مزید برآں یہ بھی فرمایا کہ اے زائرین محترم آپ نے اس چھوٹے سے دفتر میں قدم رکھ کر اس دفتر کو شرف بخشا ہے. چونکہ یہ عام قدم نہیں ہے بلکہ زائر امام حسین علیہ السلام کا قدم ہے. آخر پر مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ اے مومنین کرام آپ جس امام کی بھی زیارت کو جائیں خصوصاً امام حسین علیہ السلام کی زیارت پر آپ امام ع کو گواہ بنا کر اپنے گناہوں کا زبان سے اقرار کریں اور کہیں اے اللہ میں اپنے امام ع کو گواہ بناتا ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں آئندہ گناہ نہیں کروں گا. آخر پر آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر دام ظلہ کا قیمتی وقت دینے پر شکریہ ادا کیا.

انڈیا کے وفود کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

لکھنؤ بمبئی اور یو پی سے آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی.

اس ملاقات کا مقصد مرجعیت عظمی کی زیارت تھی. اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مومنین کو اخلاقی نصیحتوں سے فیضیاب فرمایا. آخر پر آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر دام ظلہ کا قیمتی وقت دینے پر شکریہ ادا کیا.

مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ کے فرزند اور مرکزی دفتر کے مدیر حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ نے حضرت میثم تمار علیہ السلام کے روضہ مبارک کے زیر نگرانی قائم شدہ خواتین کے مدرسے کا دورہ کیا

جہاں انہوں نے طالبات سے خطاب میں انہیں جناب فاطمہ زہرا و جناب زینب علیہا السلام کی اقتداء کرنے کی نصیحت کی خاص کر انکی حیات طیبہ کے ادوار کو سمجھنے پر تاکید فرمائی تاکہ وہ اپنے گھر، اپنے خاندان اور معاشرے میں اپنی شرعی ذمہ داریوں سے واقفیت رکھتے ہوئے ایک مثالی خاتون کا کردار ادا کر سکیں اسلئے کہ خواتین کی آغوش ہی مستقبل کی نسلوں کی تربیت گاہ ہے اور اسی سے ملک اور معاشرے کا مستقبل جڑا ہوا ہے۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ خواتین کی صحیح تربیت و نشو نما یعنی باشعور اور اسلامی و ثقافتی معاشرے کہ جو اپنی اصل و اقدار کی محافظ ہو کو فروغ دینا ہے۔

دوسری جانب حوزہ کے سربراہ حجۃ الاسلام سید احمد فیاض دام عزہ اور جناب میثم تمارؒ کے مزار مقدس میں مذہبی امور و شعبہ تبلیغات کے انچارج حجۃ الاسلام شیخ احمد خاقانی دام عزہ نے حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ کی اس زیارت کو مبارک قرار دیتے ہوئے اس زیارت کو مرجعیت نجف اشرف سے اپنے تمسک کی تجدید خصوصا محبت محمد وآل محمد علیہم السلام کے بتائے ہوئے راستے سے متمسک رہنے میں ایک نایاب موقع قرار دیا اور انکا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان شاء اللہ ہم دین اسلام کے اصول و فروع کی پابندی کو یقینی بنائیں گے تاکہ ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کا عمل وجود میں آئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

وَانْظُرْ مَنْ هُوَ دُونَکَ فِي الْمَقْدُرَةِ وَلَا تَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَکَ

بحار الانوار (ط - بیروت) ؛ ج۷۵ ؛ ص۲۴۲

جو تجھ سے قوت و قدرت میں کم ہو اس کی طرف دیکھو اور جو تجھ سے بڑھ کر ہو اس کی طرف نہ دیکھو۔

سالانہ ممبر شپ 300 روپے

مرکزی ایڈریس:

امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور،نزد گیٹ نمبر 2،باٹا فیکٹری لاہور پاکستان